۴۸- مسلم، صحیح، ۲:۱۲۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۵۶ء

۴۹- بخاری، جامع الصحیح، ۲:۱۰۰۵

۵۰- برہان الدین قاضی، تبصرۃ الحکام: ۱:۱۳ بہامشہ فتح العلی المالک، مطبع مطصفی البابی مصر، ۱۹۳۷ء

۵۱- برہان الدین قاضی، تبصرۃ الحکام: ۱:۱۳

۵۲- سلیمان منصور پوری، قاضی، رحمۃ للعالمین: ۱:۲۶۵، شیخ غلام علی پبلیکشنز، اردو بازار، لاہور ۱۹۷۲ء

۵۳- السرخسی، امام، المبسوط: ۱۶/۵۹، دار المعرفۃ والنشر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ

۵۴- القرآن: ۳۰:۴۱

۵۵- القرآن: ۴۱:۳۴

۵۶- القرآن: ۹:۳۳

۵۷- القرآن: ۵:۳۲

۵۸- القرآن: ۵:۳۳

۵۹- القرآن: ۲:۱۹۳

۶۰- القرآن: ۲:۱۹۰

۶۱- ابوداؤد، سنن مع شرح عون المعبود، ۲/۳۲۱، نشر السنۃ، بوہڑ گیٹ ملتان، ۱۳۹۹ھ

۶۲- القرآن: ۵:۹۰

۶۳- القرآن: ۸:۶۱

۶۴- القرآن: ۴۲:۴۰

۶۵- القرآن: ۲:۱۹۴

۶۶- سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور ۱/۲۰۵، المکتبہ جعفری طہران، ۱۳۷۷ھ

۶۷- ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم" کتاب الخراج (اردو)، ص: ۳۳-۵۳۲، مکتبہ چراغ راہ کراچی، ۱۹۶۶

۶۸- ابویوسف، کتاب الخراج، ص: ۵۳۲

۶۹- ابویوسف، کتاب الخراج، ص: ۵۳۲

۷۰۔ تجرید البخاری، ص:۹۵۱

۷۱۔ القرآن:۳:۶۴

۷۲۔ القرآن:۶:۱۰۸

۷۳۔ القرآن:۴۲:۱۳

۷۴۔ القرآن:۴۹:۱۷،۱۶

۷۵۔ الترمذی، سنن ۵/۵۱، دار عمران، بیروت، تاریخ ندارد

۷۶۔ القرآن:۶:۱۰۸

۷۷۔ القرآن:۲۹:۴۶

۷۸۔ القرآن:۲:۲۵۶

۷۹۔ القرآن:۱۰:۹۹

۸۰۔ القرآن:۱۰:۹۹

۸۱۔ القرآن:۸۸:۲۲-۲۱

۸۲۔ القرآن:۳۶:۱۷

۸۳۔ القرآن:۴۲:۱۵

۸۴۔ القرآن:۴:۱۴۵

۸۵۔ القرآن:۳۰:۴۷

۸۶۔ القرآن:۳۵:۲۴

۸۷۔ القرآن:۱۳:۷

۸۸۔ القرآن:۲:۱۳۶

قرآنی احکامِ شہادت کا مختصر جائزہ

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر محمد شعیب

شہادت تمام نظامہائے عدل میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ شہادت کی بناء پر لوگوں کے مقدمات' معاملات کے فیصلے قرآن و سنت کی روشنی میں کئے جاتے ہیں تاکہ انصاف کا حصول ممکن ہو سکے۔ شہادت ظالم و مظلوم کو ان کے اعمال کی بناء پر اچھے یا برے انجام کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ عدل کے قائم کرنے میں شہادت کا درست خطوط پر استوار ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس دنیائے رنگ وبو کے شب وروز گزارنے میں پیش آنے والے اسرار و رموز کی گتھیاں سلجھانے اور زندگی کے معاملات سے متعلقہ مسائل کے حل کیلئے ہر قدم پر شہادت کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں شہادت کے متعلق بہترین راہنمائی ملتی ہے جو اس قانونی و معاشرتی ضرورت کا مکمل احاطہ کرتی ہے۔

دنیا میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک انبیائے کرام کو آسمانی کتب و صحائف کے ساتھ مبعوث کرنے کا مقصد یہی تھا کہ معاشرے میں انصاف کے تحت زندگی بسر کی جائے۔ انسانی زندگی کے تمام معاملات خواہ کسی بھی شعبے سے متعلق ہوں وہ صحیح طور پر انجام دیئے جائیں اور سرکش و نافرمان لوگوں کو تعلیم و تربیت کے ذریعے عدل وانصاف کی طرف راغب کیا جائے اور اگر وہ قانون شکنی کریں معاشرے میں فساد کا موجب بنیں تو انھیں سزا دے کر ان کے شر سے معاشرے کو محفوظ رکھا جاسکے اس طرح عبرت کا سامان بھی ہو جائے گا اور معاشرے میں امن وسکون کا حصول بھی ممکن ہو گا۔ شہادت کے بارے میں مختلف احکام قرآن مجید میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان احکام کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ گواہی کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یآیھاالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولوعلی انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیراً فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔(۱)

(ترجمہ) اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کیلئے گواہی دینے والے رہو چاہے وہ تمہارے یا (تمہارے) والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی ہو۔ وہ امیر ہو یا مفلس اللہ (بہر حال) دونوں سے زیادہ حقدار ہے تو خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ (حق سے) ہٹ جاؤ اور اگر تم کجی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب خبر دار ہے۔)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے بڑی جامعیت کے ساتھ گواہی کی ضرورت واہمیت کے متعلق راہنمائی کر رہا ہے۔ سب سے پہلے انصاف پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی۔ اس لئے کہ انسانی زندگی میں وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات و معاملات کی درستگی کا میزان انصاف ہے۔ حیات انسانی کے تمام معاملات میں فرائض و حقوق کی ادائیگی اور مقدمات میں مبنی بر عدل فیصلے خالصتاً شریعت کے مطابق ہوں۔ گواہی صرف رضائے الٰہی کیلئے ہو۔ اس میں نفسانی خواہشات کو قطعاً دخل نہ ہو اللہ کیلئے گواہ بننے میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ شہادت خواہ اپنے خلاف (اقرار) ہو یا والدین اور قرابت داروں کے وشہادت کی درست ادائیگی میں کوئی رشتہ رکاوٹ نہ بن سکے کیونکہ جب اللہ کیلئے گواہی دی جائے گی تو تب تمام دنیاوی رشتے، قرابتیں، منفعتیں، معاشرتی پابندیاں حق بات کہنے سے نہیں روک سکیں گی۔ دولت مند کی امارت، طاقتور کے اثر و رسوخ اور غریب کی محتاجی کو مد نظر رکھ کر مروت و رحم کے تحت گواہی میں کھوٹ نہ لایا جائے۔ اگر تم شہادت کو حق کے ساتھ ادا نہیں کرتے۔ ادائے شہادت کو دوسروں کا تابع (دوسروں کے سپرد کرنا) بناتے ہو یا شہادت کو موخر کرتے ہو اور صاحب اختیار ہونے کی صورت میں تم مدعی یا مدعا علیہ کے ساتھ تعلق کی بناء پر کسی ایک کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے ہو جس سے مخالف فریق کے حصول عدل پر زد پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان تمام افعال سے باخبر ہے۔ جن کا تم کو روز محشر حساب دینا ہے۔

اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہذا کسی کو فائدہ پہنچانے کی خاطر جھوٹی گواہی نہ دو بلکہ حق بات کہو۔ (۲)

علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی ؒ، فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"قوله(قوامين)صيغة مبالغة اى ليتكرر منكم القيام بالقسط وهوالعدل فى شهادتكم على انفسكم وهو الا قرار بماعليكم من الحقوق"(۳)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"فاشهدواعليهابان تقروابالحق ولاتكتموه"(۴)

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی فرماتے ہیں :

"مجتھدین فی اقامة العدل حتی لا تجوروا"(۵)

اللہ کریم نے عباد الرحمٰن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا :

"والذین لایشھدون الزور"(٦)

(ترجمہ)اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

"ای الکذب والباطل"(۷)

علی بن طلحہ کے نزدیک شہادت زور سے مراد لوگوں کے خلاف جھوٹی شہادت دینا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا جو جھوٹی گواہی دے اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے بازار میں گھمایا جائے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق

حضرت عمرؓ نے شام میں مامور عمال کو حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص جھوٹی گواہی دے اس کو چالیس کوڑے مارنے کے علاوہ منہ کالا کر کے سر منڈوا دیا جائے اور لمبے عرصے تک قید میں ڈالا جائے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے لگوائے اور اس کے متعلق حکم دے رکھا تھا کہ اس کا منہ کالا کر کے اور گردن میں پگڑی ڈال کر قبائل میں پھرایا جائے۔ حضرت عمرؓ کے ایسے ہی احکام کی بناء پر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو جھوٹی گواہی دے اسے کوڑے مارے جائیں اور اس کے قبیلے اور علاقے میں اس کی جھوٹے گواہ کے طور پر شناخت کرائی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے جھوٹی شہادت کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔(۸)

(۲) شرک کی ممانعت کے ساتھ ہی اللہ نے جھوٹی شہادت دینے کی نفی کی ہے ارشاد خداوندی ہے :

فاجتنبواالرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور(۹)

(ترجمہ) سو تم بچے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچے رہو جھوٹی بات سے

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں :

ای الشرک باللہ فی تلبیتکم اوشھادة الزور(۱۰)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تعزیری سزا کیلئے صرف تشہیر کافی ہے مارنا اور قید کرنا جائز نہیں کیونکہ تعزیر کا مقصد مجرم کو بازداشت دینا ہے اور یہ بازداشت تشہیر سے حاصل ہو جاتی ہے

مارنے اور قید کرنے میں زجروباز داشت کی شدت ہے لیکن ایسی سخت سزا کا تصور مجرم کو اپنی شہادت کے جھوٹ ہونے کے اقرار اور شہادت سے لوٹ جانے سے روکتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے قول کی مانند قاضی شریحؒ کا قول بھی روایت میں موجود ہے۔ امام محمدؒ کتاب الآثار میں ذکر کرتے ہیں کہ شریح جھوٹے گواہ کے بارے میں بازار اور اس کے قبیلے میں قاصد کے ذریعے اس کے جھوٹا ہونے اور اس سے پرہیز کرنے کا اعلان کرواتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے بھی شریح کا یہی قول نقل کیا ہے۔ ابن جریح کے مطابق شہادت زور سے صرف شرک ہی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ہر جھوٹ مراد ہے۔(۱۱)

جھوٹی شہادت کی بناء پر ہی حق دار اپنے حق سے محروم ہو جاتا ہے اور مجرم سزا سے بچ جاتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں وعوامل معاشرے میں انتشار و بدامنی کا باعث بنتے ہیں اور انہی عوامل کی بناء پر لوگوں میں جرم کی ترغیب اور دوسری صورت میں احساس محرومی بڑھتا ہے جو جرائم میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

(۳) ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تذکرون۔(۱۲)

(ترجمہ) اور جب بولو تو عدل (کا خیال) رکھو اگرچہ وہ (شخص) قرابت دار ہی ہو اور اللہ سے جو عہد کیا ہے اسے پورا کرو اس (سب) کا (اللہ نے) تمھیں حکم دیا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔

تفسیر جلالین میں "فی حکم او غیرہ"(۱۳)

شہادت کی ادائیگی میں کامل یقین کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے ظن و تخمین کی بناء پر شہادت کی ادائیگی کو منع فرمایا گیا ہے کسی طرح کی رشتہ داری و قرابت کا لحاظ کیے بغیر حق کے ساتھ شہادت ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

جہاں تک گواہ کیلئے شہادت کی ادائیگی حق کے ساتھ ضروری قرار دی گئی وہاں منصف کیلئے بھی کس قسم کے لالچ و تمنا اور معاشرتی دباؤ کے بغیر عدل کے ساتھ مقدمات کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قاضیوں کے تین درجے ہوں گے۔ پہلے درجے کے لوگ جنت میں اور باقی دونوں درجات کے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ پہلے درجے میں وہ قاضی شامل ہیں جنھوں نے حق کو پہنچانا اور حق کے مطابق فیصلہ

کیا جبکہ باقی دونوں درجات میں وہ قاضی شامل ہوں گے جو حق کو پہچاننے میں تو کامیاب ہوئے مگر فیصلہ ظلم کے ساتھ کیا اسی طرح وہ بھی دوزخ میں جائیں گے۔ جنھوں نے جہالت کی بناء پر فیصلہ کیا۔(۱۴)

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکذالک جعلنٰکم امة وسطًا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا(۱۵)

(ترجمہ)اور اسی طرح ہم نے تمھیں ایک امت عادل بنادیا ہے تاکہ تم گواہ رہو لوگوں پر اور رسول (ﷺ) گواہ رہیں تم پر۔

اس آیت سے شہادت کیلئے عدالت کی شرط کا علم حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیائے کرام کی امتوں ل میں محمد ﷺ کی امت کو بہترین مقام حاصل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے گواہ ہونے سے مراد ہے کہ روز محشر آپ ﷺ اپنی امت کے گواہ اور مزکی ہوں گے۔ علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک جگہ پر جمع کرے گا۔ پھر گزشتہ تمام امتوں کے کفار سے پوچھے گا کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا وہ صاف انکار کردیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ انبیائے کرام اللہ کے استفسار پر فرمائیں گے کہ یہ جھوٹے ہیں ہم نے تیرا پیغام دیانت کے ساتھ ان تک پہنچادیا تھا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہونے کے باوجود اتمام حجت کیلئے انبیائے کرام سے گواہ طلب کرے گا۔ اس وقت امت محمدیہ حاضر ہوگی اور گواھی دے گی کہ انبیاء نے سب احکام انھیں پہنچادیئے ہیں۔ کفار استدلال کریں گے کہ یہ ہم سے مدتوں بعد پیدا ہوئے انھیں یہ کیسے معلوم ہوا۔ تب نبی اکرم ﷺ کی امت جواب دے گی کہ اللہ نے ہمارے پاس محمد ﷺ کو کتاب مبین کے ساتھ بھیجا جس کے ذریعہ ہمیں پتہ چلا کہ تمام انبیائے کرام نے اپنی اپنی امتوں کو احکام پہنچادیئے ہیں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے پھر نبی کریم ﷺ سے امت کی حالت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ امت کی سچائی اور عدالت کی گواہی دیں گے(۱۶)

انبیائے کرام کی سچائی اور فرض کی ادائیگی کی گواہی مسلمان امت دے گی۔ اس سے محمد ﷺ کی عظمت' امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت اور گواہی کی اہمت و فرضیت کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرد یا گروہ کو دنیا میں گواہی کا رتبہ عطا کرنے سے مراد اس فرد یا گروہ کو امامت و عظمت اور رفعت و بلندی عطا کرنے کے مترادف ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر میدان عرفات میں لاکھوں فرزندان توحید کو اس بات کا گواہ بنایا کہ آپ ﷺ نے اللہ کی تعلیمات لوگوں تک پہنچا دی ہیں۔ مسلمانوں کے اقرار پر آپ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ تو گواہ رہنا"

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا یھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط ولا یجرمنکم شناٰن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی - واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔(۱۷)

(ترجمہ)(اے ایمان والو اللہ کے لئے پوری پابندی کرنے والے (اور) عدل کے ساتھ شہادت دینے والے رہو اور کسی جماعت کی دشمنی تمھیں اس پر نہ آمادہ کردے کہ تم (اس کے ساتھ) انصاف ہی نہ کرو۔ انصاف کرتے رہو (کہ) وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو اس کی (پوری) خبر ہے کہ تم کیا کرتے رہتے ہو۔)

اس آیت کریمہ میں شہادت کی ادائیگی کو خالصتاً اللہ کیلئے ادا کرنے کا حکم ہے جو کامل عدل کے ساتھ ادا کی جائے چاہے یہ شہادت اپنے خلاف ہو یا عزیز و اقارب کے خلاف۔ شہادت کی ادائیگی میں کسی قسم کا دنیاوی رشتہ رکاوٹ کا باعث نہ بنے اور نہ کسی قسم کا اثر و رسوخ شہادت کی درست ادائیگی پر اثر انداز ہو۔

لا یجرمن کا استعمال آمادہ کرنے، ابھارنے اور زیادہ تاکید کیلئے لایا گیا ہے مشرکوں سے سخت عداوت کی بناء پر تم ان کے ساتھ ناانصافی نہ کرو۔ چاہے یہ معاملات و مقدمات سے متعلقہ ہو یا جنگ و قتال سے، مقدمات میں ان کے ساتھ واقعات و شواہد اور گواہیوں کی روشنی میں مکمل انصاف ہو۔ اسی طرح جنگ و حرب میں مقتول مشرکوں کے جسمانی اعضاء کاٹنا یعنی مثلہ کرنا۔ مشرک عورتوں کو قتل کرنا، بوڑھوں اور بچوں کو امان نہ دینا، معاہدوں کی پاس داری نہ کرنا، فصلوں کو جلانا، امان طلب کرنے والے کو امان نہ دینا، یہ سب کچھ اس بناء پر نہ ہو کہ ان کے ساتھ تم کو عداوت ہے بلکہ عام حالات اور حربی حالات میں تمام معاملات کو انصاف کے ساتھ ادا کرو عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ کے نزدیک بزرگی و پسندیدگی صرف اور صرف تقویٰ کی بناء پر ہے۔(۱۸)

اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ناپسندیدہ امور سے اپنے نفس اور ظاہری وباطنی قوتوں کو بچانا اور اللہ کی قائم کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے سنت رسول ﷺ کے مطابق زندگی بسر کرنا تقوی کا معیار ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قال فاشهدوا انامعکم من الشهدین(۱۹)

(ترجمہ)فرمایاتوگواہ رہنااور میں (بھی) تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔)

گواہی کی اہمیت کااندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی گواہ بنانا پسند فرمایاہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بقول میثاق النبیین میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کواس امر پر گواہ بنایاکہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی کی تصدیق کریں اور اپنی امت کو بھی آنے والے نبی کی پیروی کا حکم دیں جب کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ تمام انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیاتھا کہ تم اور تمہاری امتیں محمد ﷺ کی تصدیق کرنا اس طرح حق بات کی گواہی دینا اللہ تعالیٰ اور تمام انبیائے کرام کی سنت قرار پائی ہے۔بغوی کے بقول اللہ نے آدمؑ کی پشت سے تمام ذریات کو برآمد کیا جن میں انبیائے کرام چراغوں کی مانند روشن تھے اور سب سے محمد ﷺ کے بارے میں میثاق لیا۔ انبیائے کرام اور ان سب کی امتوں نے میثاق والے دن اقرار کیا۔ پس اللہ نے ارشاد فرمایاکہ تم اپنے اور اپنے متبعین کے اس اقرار کی قیامت کے دن شہادت دینااور میں تم سب کے اقرار پر تمھارے ساتھ شہادت دوں گا۔(۲۰)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

"علی انفسکم واعتباعکم بذلک علیکم وعلیهم"(۲۱)

نبی اکرم ﷺ کی بلند شان اور اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا :

"یایهاالنبی انا ارسلنک شاهداومبشراً ونذیرا وداعیا الی اللهباذنه وسراجاً منیراً"(۲۲)

(ترجمہ)اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بطور گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے کے اور بطور ایک روشن چراغ کے۔

ان آیات کریمہ میں نبی ﷺ کی صفات حسنہ کاذکر کیا گیا ہے۔ انھی صفات حسنہ میں ایک نمایاں صفت آپ ﷺ کا گواہ بنا کر بھیجا جانا بھی ہے۔ عطائن لیسار فرماتے ہیں کہ۔ میں نے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ حضور ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں۔ فرمایا جو صفتیں آپ ﷺ کی قرآن میں ہیں انھی میں سے بعض اوصاف آپ ﷺ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ 'خوشی سنانے والا' ڈرانے اور امیوں کا بچاؤ بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بد گو اور فحش کلام نہیں ہے نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے۔ اور معاف فرماتا ہے۔ (۲۳)

انجیل برنباس میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں:

"اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جب تک محمد ﷺ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔ (۲۴)

لین دین کے معاملات میں شہادت کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

"یآیھاالذین امنوا اذاتداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولایاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق ربہ ولا یبخس منہ شیئاً فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا اولا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل واستشھدواشھیدین من رجالکم فان لم یکونارجلین فرجل وامراتن ممن ترضون من الشھدآء ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری ولا یاب الشھدآء اذا مادعوا ولا تسئموآ ان تکتبوہ صغیراً اوکبیراً فی اجلہ ذلک اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھابینکم فلیس علیکم جناح الاتکتبوھا واشھدوا اذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شھید۔ وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شئی علیم۔ وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتباً فرھن مقبوضۃ فان امن بعضکم بعضاً فلیود الذی اوتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھافانہ اثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم (۲۵)

(ترجمہ) اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کسی مدت معین تک کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لازم ہے کہ تمھارے درمیان لکھنے والا ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ

اللہ نے اس کو سکھادیا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ لکھ دے اور چاہیے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے پھر اگر وہ جس کے ذمے حق واجب ہے عقل کا کوتاہ ہو یا یہ کہ کمزور ہو اور اس قابل نہ ہو کہ وہ خود لکھوا سکے تو لازم ہے کہ اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک لکھوادے اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دونوں مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنھیں تم پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلادے اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور اس (معاملت) کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بری اس کی میعاد تک لکھنے سے اکتانہ جاؤ۔ یہ کتابت اللہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ قرین عدل ہے اور شہادت کو درست تر رکھنے والی ہے اور زیادہ سزاوار اس کی کہ تم شبہہ میں نہ پڑ جاؤ۔ بجز اس کے کہ کوئی سوداست بدست ہو جیسے تم باہم لیتے ہی رہتے ہو سو تم پر اس میں کوئی الزام نہیں کہ تم اسے نہ لکھو اور جب خرید و فروخت کرتے ہو (تب بھی) گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ دیا جائے اور اگر (اایسا) کروگے تو یہ تمھارے حق میں ایک گناہ (شمار) ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمھیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں ہی جو قبضہ میں دے دی جائیں اور تم میں سے کوئی کسی اور پر اعتبار رکھتا ہے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ دوسرے کی امانت (کا حق) ادا کردے اور چاہیے کہ اللہ (یعنی) اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے گا اس کا قلب گناہ گار ہوگا اور تم جو بھی کرتے ہو اللہ اس کا بڑا جاننے والا ہے۔

شہادت صرف مقدمات و معاملات کے تصفیے کیلئے ہی ضروری نہیں بلکہ معاشرتی زندگی میں قدم قدم پر اس کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کا پتہ چلتا ہے۔ باہمی معاملات میں شکوک و شبہات، بدگمانی، جھگڑے اور پریشانیوں سے بچنے کیلئے شہادت کی ضرورت پڑتی ہے اس آیت کریمہ میں تحریری اور زبانی گواہی کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ شہادت کے نصاب کی بھی اس میں تفصیل موجود ہے۔

ادھار کے لین دین، دن، مہینہ، سال کو واضح مقررہ وقت اور انصاف کے ساتھ لکھنے کا بیان ہے تمام معاملات میں دو مسلمان گواہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کی تاکید ہے ایک مرد کے مقابل دو عورتوں کی شہادت اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ اگر ان میں سے ایک بھول

جائے تودوسری اس کویاددلادے(۲۶)

گواہوں کو شہادت کے وقت انکارنہ کرنے کا حکم دیاگیاہے۔ اس لئے کہ "انماالمؤمنون اخوۃ"(۲۷) کے مطابق مسلمانوں کے آپس میں حقوق وفرائض متعین ہیں۔ اسی لئے فرمایاکہ جب گواہوں کو گواہی کیلئے بلایاجائے توان کوانکارنہیں کرناچاہیے بلکہ گواہی کا فریضہ انجام دیناچاہیے۔اس لئے کہ گواہی اداکرناخالص اللہ کیلئے ہے۔خریدوفروخت میں بھی گواہ مقررکرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔کاتب اور گواہ دونوں کوانصاف کے ساتھ اپنااپنافرض اداکرنے کیلئے کہاگیاہے کاتب اور گواہ کوکسی قسم کانقصان پہنچانے سے منع کیاگیاہے اور ایساکرنےوالوں کو فسق کے زمرے میں شمارکیاگیاہے۔لکھنےوالے کی مزدوری روکنایاگواہ کوآمدورفت کاخرچہ نہ دینا ناجائزہے۔

بچہ اور غلام کی شہادت جائزنہیں اس پر مسلمانوں کااجماع ہے۔ مسلمان کے خلاف کافر کی شہادت جائزنہیں جب کہ مسلمان کی کافر کے خلاف شہادت جائزہے۔کفار کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف شہادت جائزہے اگرچہ ان کے مذاہب اور قومیں جداہوں اس لئے کہ ذمی کافرولی بننے کی اہلیت رکھتاہے کافر کے فسق کے بارے میں یہ امر ملحوظ رہے کہ اس کاکفراس کے نزدیک حق ہے۔جھوٹ کے بارے میں تمام ادیان ومذاہب میں ممانعت پائی جاتی ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک فریق کی شہادت دوسرے کے حق میں جائزہے۔(۲۸)

امام زہریؒ کا قول ابن ابی شیبہ نے بروایت حفص از حجاج بیان کیاہے کہ رسول اکرم ﷺ اور پہلے دونوں خلفائے راشدین نے عورتوں کی شہادت پر حدود وقصاص میں اعتبار نہیں کیا۔امام ابوحنیفہؒ نے حدودوقصاص کے علاوہ تمام معاملات میں عورتوں کی شہادت کو جائزقراردیاہے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جن امور کی اطلاع مردوں کو عموماً نہیں ہوتی جیسے بکارت، پیدائش، دوشیزگی، حیض اور عورتوں کے خصوصی عیوب وغیرہ توان میں ایک مسلمان، آزاد، صالحہ عورت کی شہادت کافی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی کاگواہ کی ظاہری عدالت کوپرکھ لیناکافی ہے اگر دوسرا فریق گواہ کی عدالت پر شک کرے تو قاضی اس کے بارے میں تحقیق کرے جبکہ صاحبینؒ کے مطابق اگر دوسرافریق گواہ کے بارے میں شک وشبہ کااظہارنہ بھی کرے تو قاضی پراس کے کردار

کی تحقیق لازم ہے۔امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سوائے تہمت زنا میں سزا یافتہ شخص کے باقی مسلمان باہم عادل ہیں"

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھوا بھیجا تھا کہ تمام مسلمان باہم عادل ہیں سوائے تہمتِ زنا میں سزا یافتہ، جھوٹی شہادت میں کوڑے کھانے والے اور قرابت دار و غلام کی شہادت کے۔(۲۹)

حنفی علماء کی تصریح کے مطابق امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ میں اختلاف مبنی بر دلیل نہیں بلکہ ان کے زمانہ کے مختلف حالات کی وجہ سے ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں لوگ عموماً صالح ہوتے تھے جبکہ صاحبینؒ کے زمانہ میں لوگوں کی حالت بگڑ گئی۔

میری رائے میں امام ابو حنیفہؒ کا قول اس لئے صاحبینؒ کے قول سے افضل ہے کہ موجودہ دور میں شریعت کی شرائط کے مطابق صالح گواہ کا ملنا اس لئے دشوار ترین ہے کہ تقریباً ہر کوئی کسی نہ کسی فسق میں مبتلا ہے اگر شہادت کے دائرہ کو تنگ کر دیا جائے تو فیصلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا اور حقوق کی ادائیگی ناممکن ہو جائے گی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے بقول "فی زمانہ فاسق کی شہادت بھی قبول کرنی چاہیے بشرطیکہ وہ دنیا میں باوجاہت اور آبرودار ہو اور گمان غالب ہو کہ جھوٹی شہادت نہیں دے گا یا قرآئن سے اس کی سچائی معلوم ہو جائے(۳۰)

گواہی کو چھپانے کے بارے میں قرآن میں بڑی سخت وعید آئی ہے:

"ومن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ وما اللہ بغافل عما تعلمون"(۳۱)

(ترجمہ) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اس شہادت کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ کے ہاں سے پہنچ چکی ہے ورنہ اللہ ہمارے کرتوتوں سے بے خبر تو ہے نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں مشرک یہودی و نصرانی نہ ہونے بلکہ مخلص ہونے کی گواہی قرآن کی طرح تورات میں بھی موجود ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت اس گواہی کو چھپاتا ہے تو اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا۔گواہی چھپانے والے کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔اس لئے کہ گواہی کا چھپانا نہ صرف افراد کے حقوق و فرائض اور نظام عدل کو متاثر کرتا ہے بلکہ یہ انبیاء کرام کی بے داغ و معصوم شخصیتوں کے بارے میں بھی ابہام پیدا کرتا ہے جس سے صرف کسی مخصوص معاشرہ ہی نہیں بلکہ پوری قوم کے عقیدے میں شک کی دیوار قائم ہو جاتیں ہے اس طرح گواہی کا چھپانا انفرادی زندگیوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگیوں میں بھی

انتشار پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔(۳۲)

قرآن ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں گواہی کی اہمیت سے آگاہ فرماتا ہے۔ یتیموں کے بارے میں حسن سلوک کے احکام بیان کرتے ہوئے اللہ نے ان کا حصہ انھی کے حوالے کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"فاذادفعتم الیھم اموالھم فاشھدوا علیھم وکفی باللہ حسیباً"(۳۳)

(ترجمہ)اور جب ان کے مال ان کے حوالہ کرنے لگو توان پر بھی گواہ کرلیا کرو اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔

یتیم کے مال کے بارے میں حکم ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جائے توان کا مال واسباب جو بطور امانت تمہارے پاس ہے وہ سب ان کے حوالے کر دو اور گواہ بھی بناؤ تا کہ مستقبل میں کسی قسم کی پریشانی یا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ اگر یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اس کا ولی یا سرپرست مال ادا کرنے کا دعوی کرتا ہے توامام اعظمؒ کے نزدیک گواہوں کے نہ ہونے کی صورت میں اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کرلیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے اوپر تاوان عائد کیے جانے کا منکر ہے اور منکر کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔(۳۴)

آخرت کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کی شہادت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

"ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدا علیھم من انفسھم وجئنابک شھیداً علی ھولاء "(۳۵)

(ترجمہ)اور (وہ دن بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جس دن ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ انہی میں سے اٹھائیں گے اور ان (سب) لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔

نبی کریم ﷺ روز قیامت اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ محمد ﷺ کی بعثت تمام عالمین کیلئے ہے۔(۳۶) نبی کریم ﷺ قیامت تک ہونے والی تمام خلق کے شاھد ہیں۔ ان کے افعال واعمال اور احوال تصدیق تکذیب وہدایت اور ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں روز محشر استفسار خداوندی پر افعال واعمال امت کی گواہی کا فریضہ دیں گے۔(۳۷)

حضور اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت پر خود اللہ تعالیٰ کے گواہ ہونے کے بارے میں ارشاد ہے:

"قل کفی باللہ شھیدا بینی وبینکم انہ کان بعبادہ خبیراً بصیرا"(۳۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ بطور گواہ کے میرے اور تمھارے درمیان کافی ہے۔ بے شک وہی اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے۔

جب کفار مکہ محمد ﷺ کی تعلیمات کی تکذیب کرتے روز جزا کو جھٹلاتے 'عبداللہ بن امیہ نے جب نبی کریم ﷺ کو آسمان پر سیڑھی کے ساتھ جانے 'اپنے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت لانے اور نبی کریم ﷺ پر کبھی ایمان نہ لانے کی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی ﷺ ان سے فرمادو کہ میرے صدق وادائے فرض رسالت اور تمھارے کذب وعداوت پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اللہ سے بہتر کس کی گواہی ہو سکتی ہے۔ اس سے گواہی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ اور لوگوں کے درمیان حق وباطل میں فرق کیلئے گواہی دے رہا ہے۔ (۳۹)

بدکاری کے جرم کو ثابت کرنے کیلئے گواہ طلب کرنے کا حکم یوں ہے :

"والتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت اویجعل الله لهن سبیلا" (۴۰)

(ترجمہ) اور تمھاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر چار (آدمی) اپنے میں سے گواہ کرلو سو وہ اگر گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں کے اندر بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے 'یا اللہ ان کیلئے کوئی (اور) راہ نکال دے۔

اگر کوئی عورت زنا کرے اس حکم میں عورت کی عورت سے زنا بھی داخل ہے کیونکہ لفظ میں عمومیت پائی جاتی ہے کسی غیر عورت سے لواطت کرنے کو بھی یہ لفظ شامل ہے اس صورت میں الزام لگانے والوں سے چار گواہ طلب کیے جائیں گے جو گواہی کی شرائط پر پورے اترتے ہوں مسلمانوں کا زنا میں عورتوں کی شہادت کے قبول نہ کرنے میں اجماع ہے۔ مرد شہادت اس طرح دیں گے کہ انھوں نے زنا کے ارتکاب کے وقت فاعل اور مفعول کو اس طرح دیکھا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے اگر وہ چاروں گواہ گواہی دے دیں تو عورتوں کو گھروں کے اندر قید کردو۔ یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔ یا اللہ ان کیلئے کوئی راہ نکال دے۔ (۴۱)

ناجائز تہمت پر گواہ پیش نہ کر سکنے کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا :

"والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمنین جلدة ولا تقبلوالهم شهادة ابدا۔ واولئک هم الفسقون" (۴۲)

(ترجمہ)اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو انھیں اسی درے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی نہ قبول کرو۔ یہی لوگ تو فاسق ہیں۔

اگر کسی نیک سیرت عورت یا مرد پر الزام لگایا جائے کہ اس نے زنا کیا ہے تو تہمت لگانے والے کو چار گواہ پیش کرنا ہوں گے جو یہ گواہی دیں گے کہ انھوں نے ملزمان کو فعل زنا کرتے ہوئے اس حالت میں دیکھا گویا کہ سرمہ دانی میں سلائی کا داخل کرنا ہے تب مجرموں کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اگر الزام یا تہمت لگانے والا چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی اسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی کبھی اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور اس کا شمار فاسقوں میں ہوگا۔

اگر کوئی شخص کسی پر دوسرے کسی گناہ کی تہمت لگاتا ہے تو اس پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی بلکہ قاضی اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس پر تعزیر جاری کرے گا اگر کوئی شخص صراحتاً کی بجائے تعریضاً زنا کی تہمت لگاتا ہے تو امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، سفیان ثوریؒ ابن سیرینؒ اور حسن بن صلاحؒ کے نزدیک اس پر قذف کی حد جاری نہیں ہوگی کسی باندی، غلام، پاگل یا بچے پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی۔(۴۳)

رہن اور دیگر معاملات میں گواہی کو نہ چھپانے کا حکم دیا گیا:

"وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھن مقبوضة فان امن بعضکم بعضا فلیودی الذی اؤتمن امانته ولیتق اللہ ربه ولا تکتموا لشهادة ومن یکتمهافانه اثم قلبه واللہ بما تعلمون علیم۔ للہمافی السموٰت ومافی الارض وان تبدوامافی انفسکم او تخفوه یحسبکم به اللہ فیغفرلمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علی کل شئی قدیر"(۴۴)

(ترجمہ)اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں ہی جو قبضہ میں دے دی جائیں اور تم میں سے کوئی کسی اور پر اعتبار رکھتا ہے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ دوسرے کی امانت (کا حق) ادا کردے اور چاہیے کہ اللہ (یعنی) اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے گا اس کا قلب گناہ گار ہوگا اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس کا بڑا جاننے والا ہے۔

اگر سفر کی حالت میں معاملہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے اور کاتب میسر نہ ہوں تو رہن رکھنے کی چیزوں کے ذریعے آپس میں معاملہ طے کرو۔ ایک دوسرے پر کئے گئے اعتبار کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کو امانت دی جائے اس کا فرض قرار دیا گیا کہ وہ آپس میں طے کئے گئے معاملات میں تقوی کو ملحوظ رکھے اور بددیانتی نہ کرے گواہی کو چھپانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ شرعی عذر کے بغیر گواہی دینے سے انکار کرنا گناہ ہے۔ مرتہن کیلئے مرہونہ شئے سے نفع حاصل کرنا ناجائز ہے اس کا حق صرف اتنا ہے کہ اپنے قرض کی واپسی تک وہ اس پر قبضہ رکھے جب کہ اس سے حاصل ہونے والے منافع کا حق دار اس کا اصل مالک ہے۔

جب کسی شخص کو متنازعہ امور اور مقدمات میں ایسے حقائق کا علم ہو جن کی بنیاد پر ان امور اور مقدمات کا عدل کے ساتھ تصفیہ ممکن ہو تو ایسی صورت میں گواہی کا چھپانا گناہ ہے گواہی چھپانے والے کے دل کو گناہگار کہا گیا ہے۔

شہادت اگر بالکل ادا نہ کی جائے یا غلط ادا کی جائے اس طرح دونوں صورتوں میں اصل واقعہ مخفی ہو گیا۔ چنانچہ یہ دونوں صورتیں حرام ہیں جب کسی حقدار کا حق اس کی شہادت کے ادا نہ کرنے کے سبب ضائع ہونے لگے اور حقدار کی طرف سے شہادت کی ادائیگی کی درخواست بھی کی جائے تو ایسی صورت میں شہادت کی ادئیگی سے انکار حرام ہے۔ شہادت کی ادائیگی شریعت کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔ ایسی صورت میں اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔ ہاں البتہ آمدورفت کا خرچہ اور ضرورت کے مطابق خوراک صاحبِ معاملہ کے ذمہ ہے۔(۴۵)

وصیت کے وقت عادل گواہ بنانے کے بارے میں تاکید ہے:

”یایھاالذین امنواشھادة بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیة الثنن ذواعدل منکم اوآخرن من غیرکم ان انتم ضربتم فی الارض فاصابکتکم مصیبة الموت تحبسونھمامن بعدالصلواة فیقسمن باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولوکان ذاقربی ولا تکتم شہادة اللہ انا اذالمن الاثمین۔ فان عثر علی انھمااستحقا اثما فاخرن یقومن مقامھما من الذین استحق علیھم الاولین فیقسمن با لشھادتنا احق من شھدتھما وما عتدینااناا اذالمن الظلمین۔ ذلک ادنی ان یاتوا بالشھادة علی وجھھا اویخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانھم واتقواللہ واسمعوا واللہ لایھدی القوم الفسقین“(۴۶)

(ترجمہ) اے ایمان والو جب کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے وصیت کے وقت تمھارے آپس میں گواہ دو شخص تم میں سے معتبر ہوں یا دو گواہ تم میں سے کے علاوہ جب تم زمین پر سفر کر رہے ہو اور تم پر موت کا واقعہ آپہنچے تو اگر تم کو شبہ ہو جائے تو دونوں (گواہوں) کو بعد نماز روک رکھو اور وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے خواہ کسی قرابت دار (ہی کے لئے) ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی چھپائیں گے ورنہ ہم بے شک گناہ گار ہوں گے۔ پھر اگر خبر ہو جائے کہ وہ دونوں (وصی) حق بات دبا گئے تو دو گواہ ان کی جگہ اور مقرر ہوں ان لوگوں میں سے جن کا حق دبا ہے (میت کے) قریب تر لوگوں میں سے اور یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی ہے ورنہ بے شک ہم ہی ظالم ٹھہریں گے۔ یہ اس کا قریب ترین (طریقہ) ہے کہ لوگ گواہی ٹھیک دیں یا اس سے ڈرے رہیں کہ ہماری قسمیں ان کی قسموں کے الٹی پڑیں گی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے رہو اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وصیت کے احکام نازل فرمائے ہیں جب موت کا وقت قریب ہو تو وصیت کو غیر ضروری سمجھ کر ترک نہ کیا جائے بلکہ موت کا وقت در حقیقت وصیت کا وقت ہے۔ جب علاماتِ موت ظاہر ہونے لگیں تو دو آدمیوں کو بلا لیا جائے تاکہ مرنے والا ان کے سامنے اپنی وصیت بیان کر دے جو وصیت کے مندرجات کی قسمت پر گواہی دیں۔

اگر سفر میں موت کا وقت قریب آجائے اور مسلمان بطور گواہ دستیاب نہ ہوں تو غیر مسلموں کو گواہ مقرر کیا جائے۔

یہاں اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ سفر میں وصیت کے وقت جب مسلمان موجود نہ ہوں تو ذمیوں کو گواہ بنایا جا سکتا ہے۔

شریح کہتے ہیں کہ سفر اور وصیت کے وقت کے سوا یہود و نصاریٰ کی شہادت کسی اور وقت جائز نہیں۔ تینوں ائمہ کرام کے نزدیک مسلمان پر اہل ذمہ کی شہادت جائز نہیں جب کہ امام ابو حنیفہؒ ذمی کی گواہی ذمی پر جائز قرار دیتے ہیں۔ (۴۷)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قسم لینے کا حکم صرف غیر اور اجنبی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر وارث وصی پر شک کا اظہار کریں اور وصی میت کا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اس سے بھی حلف کے ساتھ قسم لی جائے گی۔

اگر ثابت ہو جائے کہ ان دونوں گواہوں نے جھوٹ بول کر غلط شہادت کے ذریعے خیانت کی ہے تو جن لوگوں کا انھوں نے حق مارنا چاہا تھا ان میں سے ان کی جگہ دوسرے دو گواہ گھڑے ہوں جو میت سے قرابت رکھتے ہوں پھر وہ خدا کی قسمیں کھائیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے بہت اچھی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی اگر ایسا کریں گے تو بے انصافی کریں گے۔ان دونوں نے در حقیقت خیانت کی ہے اور اس الزام میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے یہ وارثوں کی طرف سے قسم کے مترادف ہے جیساکہ مقتول کے اولیاء قسم کھاتے ہیں جب قاتل کی طرف سے بے ایمانی ثابت ہو رہی ہو۔

بغوی نے ذکر کیا ہے اور بخاریؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے بھی بغویؒ کے بیان کی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔کہ تمیم دارمی اور عدی بن بداء دونوں نصرانی تھے۔ اسلام سے قبل شام کی طرف تجارت کرتے تھے۔ایک دفعہ تجارت کی غرض سے شام میں موجود تھے ان کے پاس بنی سہم کا غلام بھی تجارت کی غرض سے آیا ہوا تھا جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا۔اس کے پاس چاندی کا بڑا پیالہ تھا جسے وہ بیچنے کیلئے ساتھ لایا تھا۔بدیل بن ابی مریم جب وہاں بیمار ہوا تو اس نے ان دونوں کو وصی بنایا اور وصیت کی کہ اس کا ترکہ اس کے اہل وعیال کو پہنچادیا جائے تمیم دارمی کہتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد ہم نے چاندی کا پیالہ ایک ہزار دراہم میں بیچ کر آپس میں پانچ پانچ سو درہم تقسیم کر لئے جب کہ اس کا باقی مال واسباب اس کے اہل وعیال کو پہنچادیا۔ان لوگوں نے جب چاندی کے پیالے کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ بدیل نے جو کچھ ہمارے حوالے کیا وہ ہم نے آپ کو لوٹا دیا ہے۔پیالے کی ہم کو خبر نہیں ہے۔ تمیم دارمی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد میں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر میں بنی سہم کے پاس گیا اور پیالے کی فروخت سے جو پانچ سو درہم میں نے حاصل کیے تھے وہ میں نے ان کے حوالے کر دیئے اور انہیں بتایا کہ بقیہ پانچ سو درہم میرے ساتھی عدی بن بداء کے پاس ہیں۔ بنی سہم یہ مقدمہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس سے اس کے مذہب کے مطابق قسم لی جائے۔اس نے قسم کھائی چنانچہ یہ آیت اتری۔ اب عمرو بن العاص اور ایک دوسرا شخص اٹھے اور قسم کھائی کہ ”لشهادتنا احق من شهادتهما“

چنانچہ عدی سے پانچ سو درہم لے لئے گئے اور یہ پیالہ مکہ میں پایا گیا خریداروں نے کہا کہ

ہم نے اسے تمیم اور عدی سے خرید اتھا تو سہمی کے اولیاء میں سے دو آدمی اٹھے اور قسم کھائی کہ ہماری قسم اس کی قسم سے سچی ہے اور یہ پیالہ ہمارے ساتھی کا ہے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی اور یہ تخلیف بعد صلوۃ عصر ہوئی تھی۔

یہ خبر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سلف میں اس واقعہ کی صحت مشہور اور عوام میں متعارف ہے اس کی صحت کی ایک اور دلیل ہے کہ ابو جعفر ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان پردیس میں وفات پا گیا اور وصی بنانے کیلئے وہاں کوئی مسلمان موجود نہیں تھا تو مرنے والے نے اہل کتاب میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالیا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد یہ دونوں افراد کوفہ میں حضرت ابو موسی اشعریؓ کے پاس حاضر ہوئے اور مرنے والے کا ترکہ اور وصیت پیش کی تو ابو موسی اشعریؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی ایک واقعہ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں پیش آیا تھا اور یہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد ان دونوں نے قسم کھائی کہ ہم نے نہ خیانت کی ہے نہ جھوٹ بولا ہے اور کوئی چیز نہیں چھپائی اور یہ مال واسباب متوفی کے ترکے اور وصیت کے مطابق ہے۔ چنانچہ ان کی شہادت کو درست مان لیا گیا اور اسی شہادت کی بناء پر حضرت ابو موسی اشعریؓ نے فیصلہ کیا۔ اس طرح کسی جملہ کو منسوخ قرار دینے کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ وارثوں کے دعوے کا اگر وصی انکار کرے تو اس پر قسم کا عائد ہونا اور وصی اگر مال خیانت کو میت سے خرید لینے کا دعوی کرے اور وارث انکار کریں تو وارثوں پر قسم کا عائد ہونا غیر منسوخ اور محکم ہے اور بیشتر علماء کے نزدیک یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ سورہ مائدہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ لیکن حسن زہریؒ اور عکرمہؓ نے آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ میت مرنے کے وقت اگر کسی کے متعلق کچھ وصیت کرنی چاہے تو آدمیوں کو گواہ بنالے تاکہ موصی لہ کیلئے وہ حاکم کے سامنے جاکر شہادت دے سکیں۔ (۴۸)

عدت کے اختتام پر بیوی سے رجوع یا مستقل طلاق دینے پر گواہ بنانے کا حکم یوں ہوا:

”فاذابلغن اجلهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدواذوی عدل منكم اقيموالشهادة لله“ (۴۹)

(ترجمہ) پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں (یا تو) قاعدہ کے مطابق (نکاح میں) رہنے دو یا انھیں قاعدہ کے مطابق رہائی دو اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ ٹھہرالو اور گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے دو۔

جو عورتیں عدت گزار رہی ہوں جب وہ عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کے شوہروں کو چاہیے کہ یا تو انھیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی جو طلاق دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس اس کے ساتھ بودوباش رکھیں یا پھر انھیں بغیر ڈانٹ ڈپٹ' سرزنش اور گالی گلوچ کے اچھائی اور حسن سلوک کے ساتھ طلاق دے دیں۔ اگر رجعت کا ارادہ بن جائے اور رجعت کرلی جائے تو اس پر دو عادل مسلمان گواہوں کی شہادت قائم کرو اور شہادت اللہ کیلئے قائم کرو۔(۵۰)

اللہ کریم نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"والذین هم بشهدتهم قائمون"(۵۱)

(ترجمہ) اور جو لوگ اپنی گواہیوں کے ادا کرنے والے ہیں۔

جو لوگ شہادت کو حق کے ساتھ ادا کرتے ہیں اس پر ثابت قدمی سے زمانے کے مصائب و آلام کا مقابلہ کرتے ہوئے ڈٹے رہتے ہیں نہ اس میں کمی کرتے ہیں اور نہ زیادتی کرتے ہیں تاکہ مقدمات و معاملات میں انصاف ہو سکے اور حق دار کو اس کا حق اور مجرم کو اس کی سزا مل جائے تاکہ معاشرے سے جبر و ظلم اور ہر قسم کی ناہمواری کو ختم کیا جاسکے۔(۵۲)

ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اولئک فی جنت مکرمون"(۵۳)

(ترجمہ) یہی لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے۔

ایسے ہی لوگ فلاح و ہدایت پانے والے اور نشاط و کامرانی کے راستہ پر چلنے والے ہیں اور انہی لوگوں کو اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے اور یہ لوگ ہی مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ دوسروں کو انصاف دلانے کی خاطر سچی گواہیاں ادا کرتے ہیں اور کسی طرح کے جبر و ظلم کی بناء پر اپنی گواہی دینے سے باز نہیں آتے یا اس میں کسی بھی قسم کا ردوبدل نہیں کرتے لہذا اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام بھی ایسے ہی سچے لوگوں کیلئے ہے۔(۵۴)

حوالہ جات

۱۔ القرآن الکریم۔ ۴ : ۱۳۵

۲۔ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی، تفسیر مظہری، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی، جنوری ۱۹۸۰ء، ج: ۳، ص: ۳۰۶

۲/i۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، فروری ۱۹۸۷ء، ج: ۲، ص: ۵۷۱

۲/ii۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور ۱۳۹۹ھ، ج: ۱، ص: ۴۰۳

۲/iii۔ ابن کثیر، اسماعیل، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی (بدون تاریخ طبع) ج: ۱، ص: ۶۵۰

۳۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، دار المعرفۃ بیروت، (بدون تاریخ طبع) ج: ۱، ص: ۱۲۶

۴۔ السیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، تفسیر جلالین، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۸۳ء، ج: ۱، ص: ۱۲۶

۵۔ النسفی، علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود، تفسیر القرآن الجلیل، مکتبۃ علمیۃ لاہور ۱۹۷۶ء ج: ۱، ص: ۳۶۵

۶۔ القرآن الکریم۔ ۲۵ : ۷۲

۷۔ تفسیر جلالین، ج: ۱، ص: ۴۷۸

۸۔ تفسیر مظہری، ج: ۱، ص: ۴۹۵ ۸/i۔ تفسیر ابن کثیر، ج: ۴، ص: ۲۳

۹۔ القرآن الکریم۔ ۲۲ : ۳۰

۱۰۔ تفسیر جلالین، ج: ۱، ص: ۴۳۷

۱۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج: ۳، ص: ۴۲۲

۱۲۔ القرآن الکریم۔ ۶ : ۱۵۳

۱۳۔ تفسیر جلالین، ج: ۱، ص: ۱۹۰

۱۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج: ۲، ص: ۱۴۲